رؤف خیرؔ

قرۃ العین حیدر اور پروین شاکر کے بیچ رنجش

اردو ادب میں خاتون قلم کاروں کی پذیرائی جی کھول کر اور بانہیں پھیلا کر کی گئی ہے مگر اس کے لیے ان خواتین کا بے باک ہونا شرط اول ہے۔ عصمت لحاف سے باہر نکل کر ٹیڑھی لکیر پر چل پڑتی ہیں۔ رشید جہاں انگارے ہاتھوں میں لینے کا حوصلہ رکھتی ہیں وہیں انھی انگاروں سے فہمیدہ اور رضیہ سجاد ظہیر کے ساتھ ساتھ یکے از زیدیان اپنے سگریٹ سلگاتی ہیں اور ان کا ساتھ دینے میں تسلیمہ ''لجا'' محسوس نہیں کرتیں۔ کشور کشائی میں اک غیرت ناہید نے اپنی بری کتھا لکھنے میں کوئی عار نہیں سمجھا یا پھر کوئی بانو اپنے دستر خوان کے ذریعے مشہور و ممتاز سمجھے جانے والے ادیبوں شاعروں ناقدوں کو نان و نمک پیش کر کے ایوان ادب میں داخل ہوتی ہیں، مشاعرہ باز متشاعرات کا ذکر ہی یہاں مقصود نہیں کہ یہ زیریں لہر صرف منتظمین مشاعرہ اور عوام کو متاثر کرتی ہے اور ان کی زلف سخن خاصان '' نظم '' کے شانوں پر اور عامیانِ غزل کی آنکھوں پر لہراتی ہے۔

مگر بعض ایسی ٹھوس قلم کار خواتین بھی ہیں جنھوں نے اپنے قلم کا لوہا منوایا ہے انھی میں قرۃ العین حیدر اور پروین شاکر بھی ہیں۔ قرۃ العین حیدر ۲۰، جنوری ۱۹۲۷ء کو علی گڑھ میں اپنے زمانے کے منفرد ادیب سید سجاد حیدر یلدرم کے گھر پیدا ہوئیں (ان کی پیدائش کے سال میں اکثر رسائل نے اختلاف کا اظہار کیا ہے کہیں ۱۹۲۶ء تو کہیں ۱۹۲۸ء بھی چھپا ہے) روشن خیال آزادہ رو خاندان کی فرد ہونے کے باوجود انھوں نے اپنے قلم کو شتر بے مہار ہونے نہیں دیا۔ مغربی تہذیب کی دلدادہ ہونے کے باوجود نہ وہ ''اوہ امریکہ'' ...... کہتی ہیں نہ اپنی عنبریں کی نتھ اترواتی ہیں نہ کسی کردار کو اترن پہنا کر لطیفے کو کہانی بناتی ہیں ان کی چاندنی بیگم چائے کے باغ کے کنارے ہاؤسنگ سوسائٹی میں گردش رنگ چمن پر گہری نظر ڈالتی ہیں تو کبھی ستمبر کے چاند کا لطف لینے کے لیے سفینۂ غم دل میں بیٹھ کر آخر شب کے ہمسفر کے ساتھ آگ کا دریا پار کرنے

کی کوشش کرتی ہوئی جہانِ دیگر پہنچتی ہیں۔

اردو ادب میں علامہ اقبال سے زیادہ پڑھا لکھا شاعر نہ پیدا ہوا ہے نہ ہو گا اسی طرح قرۃ العین حیدر سے بڑی ادیبہ نہ ہوئی ہے نہ ہو گی۔

قرۃ العین حیدر کی علمیت کا اعتراف نہ کرنا اپنی لاعلمیت کا ثبوت دینا ہے۔ ان کی تعلیم لکھنوء، سے لے کر کیمرج یونیورسٹی اور لندن کے مایہ ناز اسکولوں میں ہوئی۔ ظاہر ہے یہ سارا پس منظر ان کا مزاج بنانے میں اپنا حصہ ادا کرتا رہا ہے اور پھر انھیں اپنے معیار پر پورا اترنے والا کوئی فرد ملا ہی نہیں اس لیے انھوں نے زندگی کا سفر تنہا ہی طے کرنے کی ٹھانی۔ اسی لیے مزاج میں خود سری (DOGMATISM) تھی۔

بعض وقت وہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے خفا ہو جاتی تھیں۔ انٹرویو دینے سے تو بہت گریز کرتی رہیں۔ فوٹو کھنچوانے کے سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ ڈاکٹر ابرار رحمانی نے بیان کیا ہے کہ ماہنامہ ''آج کل'' (دہلی) کے دفتر میں وہ محو گفتگو تھیں کہ سرکاری فوٹو گرافر نے فوٹو کھینچ لیا۔ ''پھر کیا تھا تھوڑی دیر کے لیے ان کی خوش کلامی کو بریک سا لگ گیا اور سخت ناراضگی کے آثار ان کے چہرے پر نظر آنے لگے .... کچھ دیر تک وہ بھڑاس نکالتی رہیں جب بھڑاس نکال چکیں تو اپنے پرس سے آئینہ اور کنگھی نکالی اور رخ زیبا سنوارنے لگیں۔ تھوڑی سی لپ سٹک بھی لگائی تب چہرے پر مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا'' اب تصویر کھینچیے۔ (ماہنامہ ایوان اردو جنوری ۲۰۰۸ء)

اپنے آپ سے پیار کس کو نہیں ہوتا ہے۔ منظر میں رہنا ہر شخص چاہتا ہے۔ فن کار تو ہوتا ہی منظر کے لیے ہے۔ بلکہ بعض نام نہاد فن کاروں اور متشاعروں کے پس منظر میں بھی فن کار ہی ہوتے ہیں۔ قرۃ العین حیدر اپنی شرطوں پر جینے کی عادی تھیں۔ وہ اپنی بات منوا کر رہتی تھیں۔ ماہنامہ ''شاعر'' (ممبئی) جنوری ۲۰۰۸ء میں افتخار امام صدیقی نے اک دلچسپ انکشاف کیا ہے کہ قرۃ العین حیدر کی زندگی میں وہ ان پر فضیل جعفری اور سلمیٰ صدیقی سے مضامین لکھوا رہے تھے۔

”میں نے اپنی پریشانیوں کا آغاز کیا کہ عینی آپا کو بتادیا کہ فیضل جعفری (کذا) اور سلمیٰ صدیقی صاحبہ نے اپنے اپنے مقالے لکھ کر اشاعت کے لیے دیئے۔ اب عینی آپا بضد کہ پہلے وہ دونوں مضامین پڑھیں گی اس کے بعد ہی وہ شائع ہوں گے۔ مذکورہ دونوں قلم کاروں کا اصرار کہ ہمارے مضامین عینی آپا کو دکھائے بغیر ہی شائع کئے جائیں۔ عینی آپا کی دھمکیاں شروع ہوگئیں کہ پریس اور ”شاعر“ دونوں بند کروادوں گی ،میرے پڑھے بغیر مضامین کی اشاعت ہرگز نہ ہو۔“

”شاہد احمد دہلوی... پکچر گیلری کی ایک تصویر“ کے عنوان سے لکھے ہوئے اپنے خاکے میں قرۃ العین حیدر نے خود ہی بیان کیا کہ:

”میرے بھانجے عاصم زیدی نے ایک روز مجھے بتایا کہ آپ کے متعلق ایک نہایت بے ہودہ مضمون ”ساقی“ میں شائع ہوا ہے۔ کسی نے لوسی فر کے فرضی نام سے لکھا ہے“ ... وہ مضمون میں آج پڑھتی تو بے حد ہنسی آتی لیکن اس وقت شدید غصہ آیا۔ اس وقت تک شاہد صاحب سے میری ملاقات نہیں ہوئی تھی ۔میں نے انھیں ریڈیو سٹیشن پر فون کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ جیسے مہذب انسان سے یہ توقع نہ تھی ..وغیرہ وغیرہ انھوں نے بھی کافی سختی سے جواب دیا۔ میں نے کہا بالکل بلاوجہ آپ میرے خلاف اس قسم کا بے بنیاد مضمون کیوں چھاپ رہے ہیں۔ پھر میں نے کہا ”ساقی“ یہاں مالی مشکلات کا سامنا کر رہا ہے اور شاید آپ کا خیال ہے کہ اس طرح کے سنسنی خیز مضامین سے پرچہ بک جائے گا مگر مجھ غریب کو بے قصور نشانہ کیوں بنایئے؟ (شاہد احمد) کہنے لگے اچھا کل آپ ریڈیو سٹیشن آیئے۔ وہاں وہ مجھ سے پھر الجھ گئے اور کہنے لگے اچھا اب ہماری آپ کی ملاقات عدالت میں ہوگی۔ میں حیران پریشان۔ دوسرے روز وہ مضمون کا پروف لے کر آئے۔ مگر پروف شاہد صاحب نے اسی وقت پھاڑ دیئے۔“

(سہ ماہی ”سفیر اردو“ اکتالسواں شمارہ جولائی، ستمبر ۲۰۰۷ء لندن)

یہ وہی شاہد احمد ہیں جن کے بارے میں قرۃ العین نے اپنے اسی مضمون میں یہ بھی لکھا: ”

بہت ممکن تھا کہ TEENAGE HOBBY کی حیثیت سے تھوڑے بہت افسانے لکھ کر چھوڑ دیتی مگر شاہد احمد صاحب کی مسلسل فرمائش اور اصرار سے بڑی سخت ہمت افزائی ہوئی۔ میرے پہلے افسانے کا تذکرہ انھوں نے اپنے ایڈیٹوریل میں کیا"۔ ایسے کئی واقعات ہیں جہاں قرۃ العین حیدر دوٹوک انداز میں اپنی خفگی کا اظہار کرتی ہیں۔ اس تمہید کا مقصد یہ بتانا ہے کہ پروین شاکر بھی ان کی زد میں آئیں۔

پروین شاکر ۱۹۵۲ء میں کراچی میں پیدا ہوئیں یعنے قرۃ العین حیدر سے عمر میں تقریباً پچیس ۲۵ برس چھوٹی تھیں۔ پروین کے والدین بہاری تھے۔ (جناب مظہر امام کے لیے ناز فرمانے کا ایک اور موقع ہے ڈاکٹر وہاب اشرفی کے لیے بھی یہ خبر باعثِ افتخار ہی ہوگی کہ ان کا "مباحثہ" بڑا پُربِہار ہوتا ہے)۔ بہار کے (ب) کو کسرہ ہے)۔

ایک کرم فرما جناب مضطر اپنی تفنن مجازی سے (تفنن مزاجی بھی کہا جا سکتا ہے) پروین شاکر کو عورتوں کی اختر شیرانی تک کہتے ہیں مگر وہ اپنے خیال سے رجوع بھی کسی بھی وقت کر سکتے ہیں۔ مگر سچ پوچھئے تو پروین شاکر کی طرح شعر کہنے کا سلیقہ بہت ہی کم شاعرات اور بہت کم شاعروں کو ملا ہے۔ کچھ تو اللہ نے انھیں صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا اور کچھ تو انھیں GODFATHERS بھی اچھے مل گئے، وہ چل نکلیں۔ کم عمری میں انھیں کئی تجربات سے گزرنا پڑا۔ کئی اعزازات بھی ملے۔ اس ماہ تمام کی رویتِ ہلال ۱۹۷۷ء میں "خوشبو" سے ہوئی۔ پھر تو یہ گلِ صد برگ اپنی بہار دکھانے لگا۔ ایم اے (انگریزی لسانیات) کرنے کے بعد وہ انگریزی لکچرر ہو گئیں۔ ۱۹۸۲ء میں پاکستان سِول سروس کا امتحان کامیاب کر کے حکومت کے اس اہم شعبے میں آ گئیں۔ پاکستان ٹی وی کے لیے انھوں نے کئی مشاہیر سے انٹرویو لیے جو بہت مقبول ہوئے۔ ۱۹۷۶ء میں ان کی شادی ان کے خالہ زاد ڈاکٹر نصیر علی سے ہوئی۔ پروین شاکر ۱۹۷۹ء میں ایک بیٹے کی ماں بنیں اب وہ بیٹا تیس سال کا ہو چکا ہے۔ وہ بامراد پتہ نہیں اپنی ماں پر شاکر ہے یا اپنے باپ کی نصرت کر رہا ہے۔ جانے کیا بات ہوئی کہ صرف دس گیارہ سال تک ہی پروین شاکر اور نصیر ساتھ ساتھ نباہ کر سکے۔ ۱۹۸۷ء میں دونوں میں طلاق ہو گیا۔ اس "کفِ آئینہ" کے پیچھے "انکار" واثبات کے زنگار سے فی الحال ہمیں کوئی علاقہ نہیں کہ ہم تو

اس ''ماہ تمام'' کے مہتابِ سخن کی ''خوش کلامی'' کے گرویدہ ہیں۔ پروین شاکر نے عورت کی نفسیات اور ما قبل ومابعد بلوغت کے احساسات کو جس بلاغت سے پیش کیا ہے وہ کسی اور شاعر کے پاس ایسے تہذیبی پیرایہء اظہار میں کم ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ پروین شاکر کے لب ولہجہ میں حسن کی تہذیب بھی ہے اور تہذیب کا حسن بھی ہے۔

فکشن میں قرۃ العین حیدر جتنی مقبول وممتاز ہیں شعر وادب میں پروین شاکر بھی اتنی ہی مقبول ہیں زندگی نے وفانہ کی ورنہ بہت ممکن تھا کہ وہ کئی اور شاہ کار اردو ادب کو دے جاتیں۔ ۲۶ ر ڈسمبر ۱۹۹۴ء کو کار کے ایک حادثے میں وہ جاں بحق ہو گئیں۔ گویا صرف ۴۲ بیالیس بہاریں ہی وہ دیکھ پائیں۔ مگر شہرت ان کے قدم چومتی تھی۔

اصل موضوع کی طرف میں آتا ہوں کہ ۱۹۷۸ء کے اواخر میں وہ ہندوستان آئی تھیں۔ واپس جاکر انھوں نے اپنے سفر کی یادگار کے طور کئی نظمیں لکھیں جن میں تین نظمیں بطور خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ تاج محل۔ فراق گورکھپوری۔ اور قرۃ العین حیدر پر لکھی ہوئی وہ نظمیں ''سیپ'' کراچی۔ شمارہ ۳۸ (اکٹوبر نومبر ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی تھیں)۔

''سیپ کا یہ شمارہ جب قرۃ العین حیدر صاحبہ تک پہنچا تو انھوں نے اپنے اوپر لکھی گئی نظم کے ردعمل کے طور پر مدیر ''سیپ'' نسیم درانی اور پروین شاکر کے نام الگ الگ دو خطوط ارسال کئے۔ پروین شاکر کے نام خط یوں تھا:

ممبئی۔۔۔۳ر جنوری ۱۹۷۹ء

محترمہ پروین شاکر صاحبہ

سیپ میں آپ کی نظم دیکھی جس میں آپ نے اپنی شاعری اور تخیل کے جوہر دکھائے ہیں۔ میں آپ سے بہت خلوص اور اپنائیت سے ملی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا آپ نے میرے متعلق اس قدر لچر

الفاظ کس طرح اور کیوں استعمال کیے اور آپ کو میں کس طور پر ایسی FIGURE OF THE TRAGEDY & FRUSTATION نظر آئی یا اس قسم کی SICK نظمیں لکھ کر آپ اپنی شہرت میں اضافہ کرنا چاہتی ہیں۔ آپ شاید بھولتی ہیں اگر میں بد نفسی اور شرارت پر اتروں تو میرے ہاتھ میں بھی قلم ہے اور میں آپ سمیت جس کے لیے جو چاہوں لکھ سکتی ہوں۔ میں چھ ٦ تاریخ کو تین ماہ کے لیے دلی جا رہی ہوں اور امید کرتی ہوں کہ آپ مندرجہ ذیل پتے پر مجھے لکھیں گی کہ آپ نے یہ نظم کیا سوچ کر لکھی یا آپ کی واقعی اتنی SICK ذہنیت ہے کہ آپ میری شخصیت کو اس طرح مسخ کر کے پیش کریں۔ نہ میری آپ سے پرانی دوستی ہے نہ آپ میری ہم عمر ہیں۔ آپ نے دو تین بار کی سرسری ملاقات کے بعد میرے طرز زندگی پر جو قطعی میرا اپنا انتخاب اور میرا معاملہ ہے فیصلے صادر کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ یا آپ بمبئی آ کر بوکھلا گئی تھیں۔
OR YOU MUST BE LIGHT OUT OF YOUR MIND

قرۃ العین حیدر

دوسرا خط مدیر "سیپ" نسیم درانی کے نام یوں تھا:

جناب مدیر سیپ نسیم درانی صاحب تسلیم!

آپ کے رسالے میں پروین شاکر صاحبہ کی نظم دیکھ کر افسوس ہوا اور تعجب بھی۔ ادیبوں کی شخصیت کو بلاوجہ اور بلا جواز Unprovoked مسخ کر کے پیش کرنا یا ان پر کیچڑ اچھالنا ہمارے اردو رسالوں کا وطیرہ (کذا) بن گیا ہے اور یہ وبا عام ہو چکی ہے۔ اس قسم کی Viciousness کی وجہ کیا ہے۔ یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ امید ہے آپ مجھے بتائیں گے۔ والسلام

پتہ دیا تھا: معرفت مسٹر ایم آئی قدوائی، وائس چانسلرس ہاؤس، جامعہ ملیہ اسلامیہ پی۔ او جامعہ نگر۔ اوکھلا۔ نئی دہلی۔ ۲۵

قرۃ العین حیدر کا خط پا کر پروین شاکر حیران ہوئیں کہ خراج تحسین پیش کرنے کے لیے لکھی ہوئی نظم کا یہ الٹا اثر ہوا۔ انھوں نے تمام تر احترام ملحوظ رکھتے ہوئے قرۃ العین حیدر کو جواب دیا اور اس کی ایک نقل مدیر سیپ نسیم درانی کو بھی بھیج دی۔ نسیم درانی نے مدیرانہ ذمہ داری اور مدیرانہ تہذیب کے پیش نظر وہ خطوط اس وقت شائع نہیں کیے مگر سیپ کی ایک خاص اشاعت شمارہ ۷۵۔ ۲۰۰۶ء میں دونوں قلم کار خواتین کے خطوط شائع کرتے ہوئے یہ نوٹ لگایا:

"ادارے نے اپنی مدیرانہ ذمہ داریاں پوری کرتے ہوئے ان خطوط کو اس وقت اس لیے شائع نہیں کیا کہ اردو کی سب سے عظیم نثر نگار اور ایک حساس شاعرہ کے درمیان پیدا ہونے والی رنجش ایک مستقل نزاع کی صورت نہ اختیار کر لے۔"

اب جب کہ نہ پروین شاکر ہی سلامت ہیں نہ قرۃ العین حیدر، یہ خطوط ان کے مزاج کو سمجھنے کی دستاویز ہو کر رہ گئے ہیں۔ پروین شاکر کا خط پڑھنے سے پہلے آیئے اک نظر اس نظم پر ڈال لیں جس کا قرۃ العین حیدر نے منفی تاثر قبول کیا: نظم کا عنوان ہے:

قرۃ العین حیدر

جیون زہر کو متھ پر امرت نکالنے والی موہنی / بھرا پیالہ ہاتھوں میں لیے پیاسی بیٹھی ہے
وقت کا راہو گھونٹ پہ گھونٹ بھرے جاتا ہے / دیوی بے بس دیکھ رہی ہے
پیاس سے بے کل...... اور چپ ہے / ایسی پیاس کہ جیسے
اس کے ساتوں جنم کی جیبھ پہ کانٹے گڑے رہے ہوں / ساگر اس کا جنم بھون /
اور جل کو اس سے بیر / ریت پہ چلتے چلتے اب تو جلنے لگے ہیں پیر /
ریت بھی ایسی جس کی چمک سے آنکھیں جھلس گئی ہیں /
آب زر سے نام لکھے جانے کی تمنا پوری ہوئی پر / پیاسی آتما سونا کیسے پی لے

اک سنسار کو روشنی بانٹنے والا سورج / اپنے برج کی تاریکی کو کس ناخن سے چھیلے
شام آتے آتے کالی دیوار پھر اونچی ہو جاتی ہے: (سیپ شمارہ ۳۸ اکتوبر
، نومبر ۱۹۷۸ء)

اس نظم کے رد عمل کے طور پر ۳، جنوری ۱۹۷۹ء کو جو خط قرۃ العین حیدر نے پروین شاکر کو لکھا تھا اس کا جواب ۱۸، فروری ۱۹۷۹ء کو پروین شاکر نے دے دیا تھا۔ چونکہ انھیں خط مدیر سیپ نسیم درانی کی معرفت ملا تھا، انھوں نے اس خط کی ایک نقل مدیر سیپ کو بھی بھیجی تھی۔ پروین شاکر کا یہ خط بجائے خود ان کی خوش سخنی و خوش کرداری کا غماز بھی ہے:

عینی آپا۔ آداب

معذرت خواہ ہوں کہ میری کوئی تحریر آپ کی دل آزاری کا سبب بنی۔ یقین کیجئے میرا ہرگز یہ منشا نہیں تھا۔ نہ نظم میں نے آپ کو خوش کرنے کے لیے لکھی نہ ناراض کرنے کے لیے۔ یوں جان لیں کہ یہ ایک تاثراتی قسم کی چیز تھی۔ آپ بہت بڑی ادیب ہیں، ہم نے تو آپ کی تحریروں سے لکھنا سیکھا۔ آپ مجھ سے خلوص اور اپنائیت سے ملیں، بڑا کرم کیا۔ یقینا یہ میرے لیے ایک بڑا اعزاز تھا۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آتا میں نے اس نظم میں کسی قسم کا کلچر لفظ کہاں استعمال کیا ہے (کیوں اور کس طرح کا سوال تو بعد میں اٹھتا ہے) آپ تو مجھے بہت پیاری، بہت گہری خاتون لگی تھیں Frustrated اور Sick-Figures لوگ ایسے تو نہیں ہوتے۔ ہاں جہاں تک Tragedy کا تعلق ہے تو اپنا یہ تاثر میں Own کرتی ہوں۔ دکھ کس کی زندگی میں نہیں ہوتے، فرق یہ ہے کہ آپ جیسے اعلیٰ ظرف لوگ اسے جھیلنا جانتے ہیں، آنسو کو موتی بنا دیتے ہیں، ہماری طرح اسے رزقِ خاک نہیں ہونے دیتے، لیکن آپ اگر اس بات سے انکاری ہیں تو چلئے یہی سہی۔ آپ خوش رہیں، آپ کے عقیدت مندوں کی اس کے سوا دعا ہے بھی کیا؟

نہیں عینی آپا، جسارت کر رہی ہوں مگر غلط فہمی ہی ہوگی اگر آپ یہ سمجھیں کہ اس قسم کی نظمیں لکھ کر میں اپنی شہرت میں اضافہ کرنا چاہتی ہوں۔ شہرت تو محبت کی طرح روح کی اپنی کمائی ہوتی ہے ، کسی نام کی زکوٰۃ نہیں (مولانا الطاف حسین حالی اور جیمس باسویل کبھی میرے آئیڈیل نہیں رہے!)

آپ کا کہنا درست ہے کہ "اگر میں بد نفسی اور شرارت پر اتروں تو میرے ہاتھ میں بھی قلم ہے اور میں آپ سمیت جس کے لیے جو چاہوں لکھ سکتی ہوں"۔ مجھ سمیت کوئی ذی نفس جس کی پہچان حرف ہے، آپ کے قلم کی طاقت سے بے خبر نہیں، بسم اللہ۔

چونکہ آپ نے سوال اٹھایا ہے اور جواب نہ دینا گستاخی ہوگی لہذا یہ وضاحت مجھ پر لازم ہوگئی ہے کہ میں نے نظم کسی خاص محرک کے تحت نہیں لکھی۔ ہندوستان سے واپسی کے بعد جب ذہن سے سفر کی گرد اتری تو سونے کے کچھ ذرات میری سوچ کی انگلیوں پر لگے رہ گئے۔ تاج محل، گنگا سے، اے جگ کے رنگ ریز (امیر خسرو) بوے یاسمین باقیست۔ قرۃ العین حیدر اور سلمیٰ کرشن۔ یہ میری وہ نظمیں ہیں جو اس سفر کا عطیہ ہیں۔ رہی میری ذہنیت کے Sick ہونے کی بات تو اس کا فیصلہ تو کوئی سائیکاٹرسٹ ہی کر سکتا ہے لیکن اگر آپ حرف کی حرمت پر یقین رکھتی ہیں تو میری بات مان لیجئے کہ ان تمام نظموں میں آپ سمیت کسی شخصیت یا عمارت کو مسخ کرنے کی قطعاً کوشش نہیں کی گئی ہے۔

اب بات آتی ہے میرے اور آپ کے تعلقات کی....... تو عینی آپا آپ سے ایک بار پھر درخواست ہے کہ نظم دوبارہ پڑھیں، کہیں بھی نئی یا پرانی کسی دوستی کا دعویٰ نہیں کیا گیا ہے۔ ہم عمر ہونے میں تو تاریخی اور طبعی عوامل بھی حائل ہیں! وہ ملاقاتیں یقیناً سرسری ہی تھیں اور آپ کے طرز زندگی پر جو قطعی طور پر آپ کا اپنا انتخاب اور اپنا معاملہ ہے طویل اور گہری ملاقاتوں کا اعزاز حاصل کرنے والے بھی فیصلہ صادر کرنے کا حق نہیں رکھتے!

Out of Mind ہونے کے متعلق فیصلہ میں پہلے ہی ایک تیسرے شخص کے ہاتھ میں دے

چکی ہوں البتہ ایک بات واضح کرتی چلوں کہ بمبئ اتنا بڑا شہر بہر حال نہیں ہے کہ کراچی کا کوئی رہنے والا وہاں جا کر بو کھلا جائے۔ خدا میرے پاکستان کو سلامت رکھے، کبھی فرصت ملے تو ذرا علی سردار جعفری صاحب سے پوچھئیے گا کہ آپ کے شہر کے بارے میں میرے تاثرات کیا ہیں؟

نظم کی ناپسندیدگی پر شرمندہ ہوں اور درگزر کی خواستگار!

میں ذاتی خطوط کی نقلیں مدیران جرائد کو دینے کی قائل نہیں ہوں مگر چونکہ آپ نے لکھا ہے کہ اس خط کی نقل مدیر ''سیپ'' کو بھیجی جارہی ہے لہذا میں نے بھی مجبوراً یہی قدم اٹھایا ہے لیکن اتنا اطمینان رکھیں کہ آپ کی رضامندی کے بغیر یہ خط کہیں شائع نہیں ہو گا۔ کہئیے کیا حکم ہے؟

ہاں یاد آیا۔ یہ تو آپ نے لکھا ہی نہیں کہ ''کار جہاں دراز ہے'' کی رائلٹی یہاں پاکستان میں آپ کے کس رشتہ دار کو دی جائے؟

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے

نیاز مند

''برائے سیپ''

پروین

شاکر

پتہ نہیں پروین شاکر کا یہ خط پڑھ کر قرۃ العین حیدر پر کیا گزری تھی۔

رؤف

خیر

موتی محل گولکنڈہ

حیدرآباد-500008

09440945645

اشاریہ

۱۔ سہ ماہی " سیپ "(کراچی) شمارہ ۳۸۔ اکتوبر، نومبر ۱۹۷۸ء

۲۔ ماہنامہ " ایوان اردو "(دہلی) جنوری ۲۰۰۸ء

۳۔ ماہنامہ "شاعر "(بمبئی) جنوری ۲۰۰۸ء

۴۔ سہ ماہی "سفیر اردو "(لندن) جولائی، ستمبر ۲۰۰۷ء

۵۔ سہ ماہی "سیپ " خاص نمبر ۲۰۰۶ء شمارہ ۷۵